ت سیما
کچھ کمی سی ہے

اب کے پیڑوں نے کچھ کہا ہی نہیں
کیسا موسم ہے بولتا ہی نہیں
یوں کھلے ہیں گھروں کے دروازے
جیسے گلیوں میں کچھ ہوا ہی نہیں

ہارون نے گاڑی سے باہر نکلتے ہی ناک کو سکڑا، فضا میں فینائل کی بُو پھیلی ہوئی تھی سامنے ہی خالہ نوراں برآمدے میں فینائل میں بھیگا پونچھا لگا رہی تھی۔ وہ برآمدے کی تین سیڑھیاں چڑھ کر لکڑی کے منقش گیٹ تک آیا تب ہی نوراں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہائے، بابا اندر مت جایئے اندر اسپرے ہورہا ہے۔"

"اوہ......" اس نے مڑ کر نوراں کو دیکھا۔

"وہ جی پتا نہیں تھا کہ آپ جلدی آجائیں گے صاحب نے کہا تھا آپ کے آنے سے پہلے اسپرے کروالیں۔"

گلنار پتا نہیں کہاں سے نکل کر سامنے آئی تھی۔ اس نے گلنار کی طرف دیکھا اس کے ہاتھ میں ڈسٹر تھا یقیناً وہ باہر کی طرف سے کھڑکیوں کے شیشے اور گرل وغیرہ صاف کررہی تھی۔ وہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر لان میں آگیا اور لان چیئرز میں سے ایک چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑی کتابیں اور فائل ٹیبل پر رکھی فینائل کی بُو لان تک آرہی تھی نوراں پونچھا لگاتے لگاتے اب پچھلی طرف چلی گئی تھی گلنار سن روم کی کھڑکیاں صاف کررہی تھی۔

ہارون کو اسپرے اور جراثیم کش دواؤں کی بُو سے الرجی ہوجاتی تھی چھینکیں آنا شروع ہوجاتی تھیں اور کبھی کبھار اگر بُو تیز ہوتی تو سر اور آنکھوں میں شدید درد شروع ہوجاتا تھا پتا نہیں یہ سلسلہ کب شروع ہوا تھا لیکن پچھلے چند سال سے اس میں شدت آگئی تھی بلکہ ابھی تین ماہ پہلے اسے میگرین کا بڑا سخت اٹیک ہوا تھا حالانکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا گھر میں جراثیم کش دوائیوں کے اسپرے ہوتے، ہر روز فینائل میں بھیگے پونچھے سے فرش صاف ہوتے اور مہینے دو مہینے بعد گھر میں مچھروں اور دوسرے کیڑوں کے خاتمے کا اسپرے ہوتے دیکھ رہا تھا گھر میں ہر وقت ایک مخصوص سی بُو رچی رہتی تھی۔ ایسی بُو جیسی اسپتالوں میں ہوتی ہے اور وہ تو بچپن سے ہی اس کا عادی تھا پھر پتا نہیں اس شام کیا ہوا تھا جب گھر میں اسپرے ہونا شروع ہوا تو اسے پہلے تو چھینکیں آنا شروع ہوئیں پھر متلی کے ساتھ ہی سر میں شدید درد شروع ہوگیا اور یہ ابتدا تھی پھر اس کے بعد ہمیشہ ہی ایسا ہونے لگا تب مامون انصاری نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا تو پتا چلا کہ اسے اس طرح کی بُو سے الرجی ہے لہٰذا احتیاط کی جائے۔

وہ مامون انصاری اور زنیرہ انصاری کا اکلوتا بیٹا تھا سو مامون انصاری نے ڈاکٹروں کا بورڈ بٹھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا سر درد نے میگرین کی شکل اختیار کرلی تھی۔ انگلینڈ اور امریکہ تک میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا گیا تھا یو کے میں اگر مامون انصاری کے چھوٹے بھائی شمعون انصاری ہیں تو نیویارک میں ان کی بڑی بہن اور بہنوئی مقیم تھے۔ سب طرف سے یہی جواب ملا کہ میگرین کا کوئی حتمی علاج نہیں ہے احتیاط کی جائے، سو احتیاط کی جانے لگی جو اسپرے پہلے استعمال کیا جاتا تھا اس کی جگہ امپورٹڈ لیموں کی کھٹی خوشبو والا لائٹ سا اسپرے استعمال کیا جانے لگا جس سے اسے الرجی نہیں ہوتی تھی اور ماہانہ اسپرے اس وقت کیا جاتا جب وہ اسکول میں ہوتا اور وہ اتنی اعلیٰ کوالٹی کا ہوتا کہ

اس کے آنے تک وہ ختم ہو جاتی تھی یا بالکل ہلکی رہ جاتی۔

آج اسے اسکول سے ہی اکیڈمی چلے جانا تھا اور اس کی واپسی چار بجے تک ہونا تھی وہ او لیول کا اسٹوڈنٹ تھا اور ہفتے میں تین دن وہ اسکول سے ہی اکیڈمی چلا جاتا تھا جبکہ باقی تین دن وہ شام کو اکیڈمی جاتا تھا اس نے اپنے سامنے پڑی فائل اٹھا کر کھولی۔

گلنار نے کھڑکی کا شیشہ صاف کرتے کرتے اس کی طرف دیکھا اور پھر سیڑھیاں پھلانگتی، ڈسٹر ہلاتی ہوئی اس کے قریب آئی اور تسلی کے سے انداز میں بولی۔

”بس آپ فکر نہ کرو جی ابھی وہ لوگ چلے جائیں گے صرف سن روم اور لاؤنج میں ہی اسپرے کرنے کو کہا تھا صاحب نے آپ ناک پر یوں ہاتھ رکھ کر اپنے کمرے میں چلے جانا۔“ اس نے بایاں ہاتھ ناک پر رکھ کر بتایا۔

”ویسے آپ آج جلدی کیوں آگئے صاحب تو بی بی جی سے کہہ رہے تھے کہ آپ دیر سے آئیں گے۔“ گلنار کو بہت بولنے کی عادت تھی اس نے اکثر نانو کے کمرے میں اسے ڈسٹنگ کرتے اور صفائی کرتے ہوئے مسلسل بولتے دیکھا تھا۔

گلنار نوراں کی بیٹی تھی چار سال پہلے نوراں اور گلنار اس کے گھر آئے تھے نوراں کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک گلنار سے بڑی ایک چھوٹی۔ بڑی بیٹی کو نوراں ڈیفنس میں ہی کسی اور گھر میں رکھوایا ہوا تھا۔ خود نوراں اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ ان کے سرونٹ کوارٹر میں رہتی تھی۔ گلنار اس کے ساتھ ہی اندر کام کرتی تھی اور اس کا شوہر بھی ماموں انصاری کے آفس میں چپڑاسی تھا۔

”آج اسکول میں گیمز تھیں اس لیے گھر آگیا تاکہ کچھ پڑھ سکوں اور وقت ضائع نہ ہو۔“ ہارون نے گلنار کی بات کا جواب دیا وہ بہت نرم مزاج تھا اور آج تک اس نے کسی ملازم سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔

”آپ گیمز میں حصہ نہیں لیتے ہارون بھائی۔“ گلنار نے آنکھیں پھیلا کر ہارون کی طرف دیکھا۔

”مجھے تو جی بہت شوق تھا کھیلنے کا اُدھر ماڑی والے چند میں ہمارے اسکول میں جب گیمز ہوتی تھیں تو میں بالکل چھٹی نہیں کرتی تھی۔ سارے اسکول کو جھنڈیوں سے سجاتے تھے۔ بہت سارے کھیل ہوتے تھے لیکن یہ کرکٹ اور ہاکی جیسے بڑے کھیل نہیں ہوتے تھے پھر بھی مجھے بڑا مزہ آتا تھا۔

چاٹی ریس، سادی ریس، ریبٹ ریس وغیرہ ویسے مجھے تو کرکٹ کھیلنے کا بھی بہت شوق تھا۔ کئی دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عمران خان ہوں اور یہ چوکے پہ چوکا چھکے پہ چھکا لگا رہی ہوں۔“ اس نے ذرا سی آنکھیں میچ کر ڈسٹر کو بلے کی طرح استعمال کیا۔

ہارون نے بے حد دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا وہ تقریباً بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔

”عمران خان تو لڑکا ہے۔“

”ہاں تو کیا ہوا خواب میں تو لڑکا ہی ہوتی تھی میں۔“ اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

ویسے تو آج کل لڑکیاں بھی کرکٹ کھیلتی ہیں میں نے ٹی وی پہ دیکھا ہے مجھے بہت شوق تھا پڑھنے کا لیکن اماں نے پانچویں میں آتے ہی اسکول سے اٹھالیا ہمارے پنڈ میں پانچویں تک اسکول تھا لیکن اماں نے تو پانچ بھی نہیں پڑھنے دیں۔ بس چار جماعتیں ہی پڑھ سکی اور ہم شہر آگئے اتنا قرض جو چڑھ گیا تھا ابا نے کہا وہ اتارنا ہے۔“

اس کا ریکارڈ چل پڑا تھا نانو اسے ڈانٹتی رہتی تھیں کہ تھوڑی باتیں کیا کر لیکن جب وہ شروع ہوتی تو بولے ہی چلی جاتی۔ آج سے پہلے ہارون نے کبھی اس کی باتیں دھیان سے نہیں سنی تھیں بلکہ اس نے ہارون سے اتنی باتیں کبھی کی ہی نہیں تھیں۔ وہ اسے کچن میں کام کرتے ڈسٹنگ کرتے دیکھتا تھا۔

کبھی اس نے پانی منگوالیا کبھی چائے یا کبھی کسی اور چیز کی ضرورت پڑ گئی تو وہ خاموشی سے لا کر رکھ دیتی تھی۔ نانو سارے کام اپنی نگرانی میں کراتی تھیں اس سے لیکن آج ہارون کو اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں اس کے دوستوں میں سے کوئی بھی اس طرح کی باتیں نہیں کرتا تھا اس نے

ایسی باتیں کبھی نہیں سنی تھیں۔
"آپ نے کبھی کسی کھیل میں حصہ نہیں لیا؟" وہ پوچھ رہی تھی ہارون نے چونک کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔
"ہم جب ادھر تھے نا اپنے گاؤں ماڑی والا پنڈ میں تو بہت کھیلتی تھی میں پٹھو گرم ہشا پو......؟"
"یہ تمہارے گاؤں کا نام کتنا عجیب ہے۔" ہارون نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔ ......اوہو، جی ادھر چھ سات پنڈ ساتھ ساتھ ہیں نا تو جو ہمارا پنڈ ہے نا اس میں دو تین بڑے بڑے پکے گھر ہیں اور ان میں بڑی ماڑیاں میرا مطلب اوپر والی منزل میں بڑے کھلے ہوادار کمرے ان کو ماڑی کہتے ہیں تو اس لیے ہمارے پنڈ کو ماڑی والا پنڈ کہتے ہیں۔" اس نے تفصیل بتا کر گردن اونچی کی اور پھر جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے بولی۔
"میں تو بھائی بہت کھیلتی تھی گلی ڈنڈا کی بھی مجھے بڑی پریکٹس تھی ادھر گاؤں میں "سرپاک" کے سامنے والے میدان میں، ہم گلی ڈنڈا کھیلتے تھے سرپاک کا مطلب سمجھتے ہیں نا آپ صاف پانی کا بڑا سا تالاب تھا۔ اب تو خیر وہاں جانور نہاتے ہیں لیکن پھر بھی سرپاک ہی کہتے ہیں اسے بارش کا پانی ہوتا ہے وہاں تو میں آپ کو بتا رہی تھی کہ مجھے بڑی پریکٹس تھی گلی ڈنڈا کھیلنے کی یہ یوں کر کے گلی اٹھاتی تھی یوں تیر کی طرح اڑتی جاتی تھی۔ لڑکے تو ڈھونڈتے ہی رہ جاتے تھے۔ بے چارا ناصر مستریوں کا بیٹا تھا روز دو تین گالیاں باپ سے سنوا کر لاتا تھا اور......" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی شاید کوئی بات یاد آگئی تھی۔ ہارون حیرت سے اسے سن رہا تھا اسے نہ تو گلی ڈنڈے کا پتا تھا نہ اشا پو کا اس نے یہ کھیل کبھی نہیں کھیلے تھے بلکہ اس نے تو آؤٹ ڈور کوئی کھیل بھی کھیلا ہی نہ تھا البتہ اس کے روم میں ان ڈور گیمز کا ڈھیر تھا پلے اسٹیشن سے لے کر لڈو اور کیرم بورڈ تک تھے اسکول جاتے یا پاپا کے ساتھ کہیں باہر جاتے ہوئے اس نے بچوں کو سڑک کے کنارے پارکوں میں فٹ بال یا کرکٹ کھیلتے دیکھا تھا لیکن اس کا کبھی جی نہیں چاہا تھا کہ وہ بھی ان کی طرح پارک میں یا باہر سڑک کے کنارے کھیلے۔ شاید اسے بچپن میں ہی باور کرا دیا گیا تھا کہ اسے گھر میں ہی کھیلنا ہے ان بچوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا یا پھر جو بھی تھا اس نے ان بچوں کے ساتھ پارک میں جا کر کھیلنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی ورنہ اگر وہ خواہش کرتا تو مامون انصاری ضرور کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیتے جیسے ایک بار گرمیوں کی ایک دوپہر میں نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے بچوں کو نیکریں پہنے نہر میں چھلانگیں لگاتے اور نہاتے دیکھ کر اس نے مامون انصاری سے پوچھا تھا۔
"پاپا ان بچوں کو ڈر نہیں لگتا کیا یہ ڈوب بھی تو سکتے ہیں۔" وہ بچے تقریباً اس کے ہم عمر تھے۔
"نہیں ان کو تیرنا آتا ہے۔" پاپا نے بتایا۔
"کیا میں تیرنا نہیں سیکھ سکتا۔" اس نے پوچھا تھا۔
"کیوں نہیں۔" دوسرے روز ہی مامون انصاری اسے ایک سوئمنگ کلب میں لے گئے تھے یہ الگ بات تھی کہ اسے سانس کی تکلیف تھی اور وہ تیراکی نہیں سیکھ سکا تھا۔
"پتا ہے۔" اس نے ہنستے ہنستے ہارون سے کہا تو ہارون چونکا۔
"اس روز اماں میدان میں آگئی تھیں اور مجھے ناصرے اور جیپے کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر جھونٹا دیا۔" اس نے قریب آتی گڈی کو بالوں سے پکڑ کر جھونٹا دیا۔ نو دس سالہ گڈی منہ بسورنے لگی۔
"اب رونے نہ لگ جانا میں نے تجھے مارا تھوڑا ہے میں تو ہارون بھائی کو بتا رہی تھی کہ اماں نے مجھے ایسے بالوں سے پکڑا تھا۔" اس نے ہاتھ پھر گڈی کے بالوں کی طرف بڑھائے۔
"نا...... نا...... مت کرو ایسا مت کھینچو اس کے بال۔" ہارون نے ہاتھ اٹھا کر بے اختیار اسے روکا۔
"مجھے سمجھ آگئی ہے۔"
"اماں منع کرتی تھیں مجھے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے وہ کہتی تھیں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے سر پر سینگ نکل آتے

ہیں۔" وہ پھر ہارون کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"لیکن گلی ڈنڈا تو صرف لڑکے کھیلتے تھے نا اور مجھے مزہ آتا تھا گلی ڈنڈا کھیلنے میں لڑکیاں تو ادھر ہمارے پنڈ میں صرف کینڈے، چھپن چھپائی، چور سپاہی اور ہرا سمندر کھیلتی تھیں یا پھر اسٹاپو اور......!" وہ شاید ابھی بہت سے نام گنواتی کہ ہارون نے جھجکتے جھجکتے پوچھ لیا۔

"یہ گلی ڈنڈا کیا ہوتا ہے۔"

"او ہو جی۔" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔

"یہ تو جی بس سمجھ لیں کہ کرکٹ کی طرح ہوتا ہے میرا دادا کہتا تھا انگریزوں نے ہمیں گلی ڈنڈا کھیلتے دیکھ کر ہی کرکٹ کھیلنا شروع کیا تھا۔"

"اچھا تو گلی ڈنڈا کرکٹ کی طرح ہوتا ہے۔" ہارون نے بے حد اشتیاق سے پوچھا۔

"نہیں جی......" وہ پھر ہنسی۔

"تو وہ میرا دادا کہتا تھا نا، گلی ڈنڈا کھیلنے کے لیے پہلے کچی زمین میں یہ چھوٹا سا گڑھا کھودتے ہیں اور پھر اس پر گلی رکھ کر پھٹی (لکڑی کا قدرے چھوٹا سا ڈنڈا) سے ٹھکتے ہیں اور گلی بالکل شاہد آفریدی کے چھکے کی طرح اڑتی ہوئی جاتی ہے۔" وہ باقاعدہ ایکشن کرکے بتا رہی تھی۔

جب ہی اس نے گلنار کا دوپٹا کھینچا۔

"گلو......گلو......اماں نے کہا ہے نوٹی بی بی کے جوس کا ٹائم ہے انہیں جوس بنا کر دو۔"

"ہائے میں مر گئی مجھے یاد ہی نہیں رہا مرن جوگیے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا جھاڑن گڈی کو تھمایا۔

"یہ ادھر والی کھڑکی کے شیشے صاف کر دے۔" اس نے اپنا دوپٹا جو سر سے سرک گیا تھا درست کیا نانو کا سخت حکم تھا کہ وہ دوپٹا اچھی طرح لپیٹ کر کام کیا کرے۔ گلے میں ڈال کر نہ پھرتی پھرے گھر میں جوان لڑکا ہے۔

وہ دوپٹا لپیٹ کر برآمدے کی طرف بڑھ گئی۔ ہارون نے اسے برآمدے کی تین سیڑھیاں چڑھتے اور پھر اندر گھر میں جاتے دیکھا۔ یہ باتیں جو گلنار نے کی تھیں اس کے

میری بیوی

ٹیچر: "اگر سچے دل سے رب سے دعا کی جائے تو وہ پوری ہوتی ہے۔"

اسٹوڈنٹ: "رہنے دیں اگر ایسا ہوتا تو آپ میری بیوی ہوتیں۔"

خود اعتمادی

ایک لڑکی خود اعتمادی کے موضوع پر تقریر کر رہی تھی کہ انسان کو چاہیے جو دل میں ہو زبان پر لا کر کہہ دے۔ اچانک سامنے والی قطار سے لڑکا اٹھا اور بولا۔

"آئی لو یو۔"

عاصمہ رحمان...... بھاون والا

لیے نئی اور انوکھی تھیں۔ گلی ڈنڈا چور سپاہی اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اس نے فوراً ہی ہونٹ بھینچ لیے اسے لگا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار مسکرایا ہو، اپنی ہی مسکراہٹ اسے عجیب سی لگی تھی وہ بچپن سے ہی بہت سنجیدہ تھا وہ کبھی کھل کر نہیں ہنستا تھا کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی کبھی چیخ چیخ کر گڈی کی طرح نہیں رویا تھا اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی ماما کو بیمار دیکھا تھا۔

خوب صورت پریوں جیسی نازک سی ماما ہر وقت کمرے میں بیڈ پر لیٹی رہتی تھیں۔ کبھی کبھی نرم و گداز تکیوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتیں ان کی رنگت بے حد سفید تھی چنبیلی جیسی اس میں سرخی نہیں تھی۔ ان کے کمرے میں سائیڈ ٹیبل پر دواؤں کا ڈھیر پڑا رہتا تھا ٹیبلٹ سیرپ اور جانے کیا کچھ ڈاکٹر باقاعدگی سے ان کا چیک اپ کرتے تھے لیکن پھر بھی وہ ٹھیک نہیں ہوتی تھیں یونہی زرد زرد رنگت کے ساتھ کئی بار اس نے انہیں اسپتال جاتے بھی دیکھا تھا اور جب ہفتہ دس دن بعد واپس آتیں تو اسے پہلے سے بھی زیادہ نڈھال اور بیمار لگتی تھیں پاپا نے اسے ان کے کمرے میں جانے سے منع کر رکھا تھا پھر بھی اس کا جی چاہتا تھا وہ ان کے کمرے میں جائے ان کے بیڈ پر خوب اچھلے کودے شور مچائے ان کی گود میں لیٹ جائے ان کے گلے میں بانہیں

ڈال کران کے رخساروں پر بوسے دے اور وہ بھی اسے اپنی گود میں لے کر پیار کریں لیکن پاپا اسے ماما کے کمرے میں جانے ہی نہیں دیتے تھے بس کبھی کبھی اسے ساتھ لے کر جاتے اور ماما کے بیڈ سے دور اس کی انگلی پکڑے کھڑے رہتے۔ وہیں کھڑے کھڑے باتیں کرتے تھے وہ چپ چاپ کھڑا انہیں دیکھتا رہتا ماما اسے دیکھتیں تو اسے ان کی آنکھوں میں حسرت سی نظر آتی جیسے وہ چاہتی ہوں وہ ان کے قریب آئے ان کے پاس جا کر بیٹھے اسے ایسا ہی لگتا تھا لیکن پاپا مضبوطی سے اس کی انگلی پکڑے رکھتے تھے اور پھر اپنے ساتھ ہی لے آتے تھے کبھی کبھی جب پاپا گھر پر نہ ہوتے تو وہ ماما کے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلا جاتا تھا وہ سو رہی ہوتیں تو پاس کھڑا دیکھتا رہتا تھا کئی بار ماما نے اسے دروازے سے جھانکتے دیکھ کر اشارے سے اندر بلا لیا تھا اور اس سے باتیں بھی کی تھیں اس کی پڑھائی کے متعلق اسکول کے متعلق اور کبھی وہ بلا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بس اسے دیکھتی رہتی تھیں اور آنسو رخساروں پر پھسلتے گردن سے ہوتے تکیے میں جذب ہوتے رہتے تھے سو وہ اس طرح تو کبھی نہیں ہنسا تھا جس طرح گلنار ہنستی تھی بلکہ اسے تو مسٹر بین دیکھ کر بھی کبھی ہنسی نہیں آئی تھی۔ بس سپاٹ چہرے کے ساتھ دیکھتا رہتا تھا جبکہ اس کے دوست اور کزن مسٹر بین دیکھتے ہوئے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے اور یہ گلنار بھی کمال ہے کتنا ہنستی ہے اور کتنی مختلف اور انوکھی باتیں کرتی ہے کسی ونڈر لینڈ جیسی انوکھی اس کی کلاس میں لڑکیاں بھی تھیں سارہ، رابعہ، مائرہ، خرم، تیمور، تانیہ نہ صرف اس کے کلاس فیلو تھے بلکہ فیملی فرینڈز بھی تھے۔ کئی بار وہ پاپا کے ساتھ ان کے گھر گیا تھا اور کئی بار وہ اس کے گھر آئے تھے کسی فری پیریڈ میں یا گھر پر ان کے درمیان گفتگو بھی رہتی تھی لیکن یہ گفتگو گلنار کی باتوں سے کتنی مختلف ہوتی تھی۔ آئی فون، فیس بک، گوگل، یوٹیوب، ہارر موویز، ٹیب، سیل فون ان کی گفتگو انہی چیزوں کے گرد گھومتی تھی۔ وہ غیر ارادی طور پر گلنار کی باتیں سوچتا رہا۔ اسپرے والے جا چکے تھے وہ اس لیے گھر آ گیا تھا کہ ٹائم ویسٹ نہ ہو، پاپا نے اس سے کہا تھا کہ اسے سب پلس ایز لینے ہیں اس کے تایا کے بیٹے اور پھوپی کی بیٹی نے نائن پلس ایز لیے تھے (اپنے او لیول کے امتحان میں) اور اسے بھی ان سے کم نہیں ہونا تھا۔ پاپا کئی بار اسے یاد دلاتے تھے اور آج اس نے اتنا ٹائم ضائع کر دیا تھا۔ وہ اٹھا اور اپنی فائل اٹھا کر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اندرونی گیٹ کھول کر سن روم میں آیا سن روم میں ہلکی سی فینائل کی مہک تھی شاید نوراں نے کچھ دیر پہلے ہی یہاں بھی پونچھا لگایا تھا۔ سن روم میں کارپٹ نہیں بچھا ہوا تھا چھوٹا سا رگ درمیان میں بچھا تھا وہ غیر ارادی طور پر بالکل اسی انداز میں جس طرح گلنار نے بتایا تھا ناک اور منہ پر ہاتھ رکھتا ہوا سن روم سے نکل کر ٹی وی لاؤنج میں آیا وہاں بھی ہر طرف کھٹی لیموں جیسی مہک تھی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر نانو کے بیڈ روم میں آ گیا۔ نانو قرآن پاک پڑھ رہی تھیں اسے دیکھ کر انہوں نے قرآن پاک جز دان میں رکھ دیا اور بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنائی۔

"آؤ بیٹھو میرے پاس۔"

"ماما سو رہی ہیں کیا؟" نانو نے سر ہلایا۔

"اچھا۔" وہ خاموشی سے ان کے بیڈ پر بیٹھ گیا اس کے پاس کرنے کے لیے بہت کم باتیں ہوتی تھیں وہ نانو سے بھی کم ہی باتیں کرتا تھا نانو کوئی بات کرتیں تو وہ جواب دے دیتا تھا۔

"تم آج جلدی آ گئے بیٹا، ابھی گلنار نے بتایا ہے کہ تمہارے اسکول میں گیمز تھے اور اکیڈمی جانے کا ابھی ٹائم نہیں ہوا تھا۔"

"جی۔" اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور بہت دنوں سے جو سوال اس کے اندر چکرا رہا تھا وہ آج لبوں پر آ گیا۔

"ماما کی بیماری ناقابل علاج تو نہیں ہے آج کل تو ہر بیماری کا علاج ہے اور ٹی بی کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کہ اس کا علاج نہ ہو سکے پھر ماما ٹھیک کیوں نہیں ہوتیں اتنے سال ہو گئے ہیں پاپا آخر انہیں باہر کیوں نہیں لے جاتے؟"

"ہاں یہ کوئی ناقابل علاج بیماری نہیں ہے کہ جس کا علاج نہ ہو اور نہ ہی یہ ایسی بیماری ہے جس کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہو۔" نانو نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"لیکن کچھ روگ لاعلاج ہوتے ہیں جتنا بھی علاج کرو بے فائدہ، جان کو چمٹ جاتے ہیں اور یہ روگ تمہاری ماما کی جان کو بھی چمٹ گیا ہے۔"

سال بھر پہلے تک وہ ماما کی بیماری سے لاعلم تھا اور نہیں جانتا تھا کہ انہیں کیا بیماری ہے نہ کبھی نانو نے بتایا نہ پاپا نے اور نہ ہی کبھی اس نے خود پوچھا بس کبھی کبھی نانو کے کہنے پر ہاتھ اٹھا کر ان کی صحت کے لیے دعا مانگ لیتا تھا لیکن سال بھر پہلے وہ سن روم کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور باہر کھڑکی کے پاس کپڑے دھونے والی صابرہ نوراں سے پوچھ رہی تھی۔

"تیری باجی کو کیا بیماری ہے نوراں صاحب کا حکم ہے کپڑے ابلتے پانی میں دھوئے جائیں اور پھر ڈیٹول والے پانی میں کھنگالے جائیں۔"

"انہیں ٹی بی ہے صابرہ۔" نوراں نے بتایا تھا۔

اور صابرہ کے منہ سے حیرت سے نکلا تھا۔

"یہ...... یہ تو غریبوں والی بیماری ہے ڈاکٹر کہتے ہیں پھل دودھ اور اچھی خوراک نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ میرے جیٹھ کو بھی ٹی بی ہے نا ڈاکٹر کہتے ہیں اسے اچھی خوراک دو اور یہاں بھلا کس چیز کی ہے یہ ڈاکٹر بھی بس۔"

"تو ماما کو ٹی بی ہے۔" وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔

"یہ چھوت کی بیماری ہے۔" ایک بار اس نے پاپا کو کہتے سنا تھا اور اس روز اسے پاپا کے اس جنون کی وجہ سمجھ آئی تھی کہ وہ اتنی باقاعدگی سے جراثیم کش دوائیوں کا اسپرے کیوں کراتے تھے ہر روز فینائل میں بھیگا پوچھا کیوں لگایا جاتا تھا اور وہ ماما سے اتنی دور کھڑے ہو کر بات کیوں کرتے تھے ایک بار بچپن میں اس نے ماما کے پاس سونے کی ضد کی تھی تو انہوں نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ بیمار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تمہارے کپڑوں یا ہاتھوں میں جراثیم لگے ہوں اور وہ پہلے سے زیادہ بیمار ہو جائیں اور اس نے ضد چھوڑ دی تھی وہ اس کی ماما تھیں اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی بیماری بڑھے۔ لیکن اب اس نے جانا تھا کہ پاپا اپنی اور اس کی حفاظت کے لیے ان کے کمرے میں کم جاتے تھے ماما کے لیے نہیں اسے بحث کی عادت نہیں تھی ورنہ اس روز اس نے سوچا ضرور تھا کہ نانو، نوراں اور گلنار تو ماما کے کمرے میں ہر وقت جاتی رہتی ہیں نانو تو ان کے بیڈ پر بھی بیٹھتی ہیں تو کیا ان کے ساتھ جراثیم نہیں ہوتے پھر وہ صاف کپڑے پہن کر اور ہاتھ اچھی طرح دھو کر جائے گا لیکن وہ یہ سب پاپا سے کہہ نہیں سکا تھا لیکن اس روز نوراں اور صابرہ کی باتیں سن کر وہ بے اختیار ماما کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ نانو ان کے کنگھی کر رہی تھیں ان کے بے حد لمبے بالوں کو سلجھاتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھیں۔ ماما اسے دیکھ کر لحہ بھر کو حیران ہوئی تھیں لیکن پھر یک دم ان کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی اور ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے بیٹا کوئی کام ہے۔" نانو پوچھ رہی تھیں لیکن وہ ان کے پاس بیٹھ گیا تھا اور ان کے بے حد خوب صورت نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان پر اپنے ہونٹ رکھ دیے اور ماما کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا تھا لیکن وہ بہت دیر تک ان کے پاس بیٹھا رہا تھا نانو نے خوش ہو کر ان سے کہا تھا۔

"زونی اپنے بیٹے کو دیکھو ماشاء اللہ کتنا لمبا ہو گیا ہے بالکل شہزادوں جیسا ہے تمہارا بیٹا۔ تمہارے لیے اداس رہتا ہے اس کی خاطر ہی اپنے اندر زندہ رہنے کی امنگ پیدا کرو۔"

"اماں یہ اپنے باپ کے ساتھ بہت خوش ہے، مامون اس کا بہت خیال رکھتے ہیں بہت محبت کرتے ہیں اس سے یہ میرے بغیر رہنے کا عادی ہے۔" ان کی آواز ان کا لہجہ بہت خوب صورت تھا۔

"ماما۔" اس نے پھر ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

"اسے میری ضرورت نہیں ہے..... اماں۔" انہوں نے پھر ہاتھ کھینچ لیے تو اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ اسے ان کی بہت ضرورت ہے وہ ان کے بغیر بہت خالی خالی ہے زندگی سے خالی، لیکن وہ بہت کم گو تھا بہت کم بات کرتا تھا وہ ماما سے کچھ نہیں کہہ سکا تھا لیکن اس روز کے بعد وہ اکثر ان کے کمرے میں چلا جاتا تھا وہ سو رہی ہوتیں تو پاس بیٹھ کر انہیں دیکھتا رہتا جاگ رہی ہوتیں تو کوئی نہ کوئی بات کر لیتا۔ نانو سے اس نے کہا تھا کہ ہر وقت کمرے میں بند رہنے سے تو صحت مند آدمی بیمار ہو جاتا ہے آپ ماما کو باہر کیوں نہیں لاتیں، وہ باہر نکلیں گی تو صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔"

"وہ میری بات کب مانتی ہے..... ہانی۔" نانو کے لہجے میں بے بسی تھی۔

تب وہ اصرار کر کے خود ہی انہیں باہر لانے لگا۔ کبھی لاؤنج میں کبھی باہر لان میں لیکن وہ جلدی بیزار ہو جاتیں اور واپس کمرے میں چلی جاتیں۔

ان ہی دنوں جب ماموں انصاری نے اسے زونیرہ کے کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو سمجھایا تھا۔

"وہ تمہاری ماں ہے ہانی اور تمہارا اس سے لگاؤ بھی فطری ہے پھر بھی تمہیں احتیاط کرنی چاہیے اب تم بچے نہیں ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ انہیں ٹی بی ہے اور اس کے جراثیم بہت سخت جان ہوتے ہیں یہ چھوت کا مرض ہے۔" اس نے پاپا کی بات سن لی تھی لیکن ماما کے کمرے میں جانا نہیں چھوڑا تھا۔ ماما نے اس ایک سال میں اس سے بہت کم باتیں کی تھیں حالانکہ اس کا کتنا جی چاہتا تھا کہ وہ اس سے بہت ساری باتیں کریں لیکن وہ آنکھیں موندے لیٹی رہتی تھیں کبھی کبھی ان کی رنگت بالکل زرد لگتی ہلدی کی طرح اور کبھی بالکل سفید۔ کبھی ان کی آنکھیں بالکل بجھی بجھی ہوئی سی لگتیں زندگی سے خالی اور کبھی اسے دیکھ کر ان میں چمک آجاتی اور وہ افسوس کا اظہار کرتیں کہ وہ ایک ماں کی طرح اس کا خیال نہیں کر سکیں۔

نانو گہری نظروں سے اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ رہی تھیں۔

"تمہاری ماما جینا ہی نہیں چاہتی ہانی اور جب کوئی جینا ہی نہ چاہے تو سب علاج بے کار جاتے ہیں۔" بڑی دیر بعد نانو نے اپنی بات مکمل کی تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیوں نانو، کیوں جینا نہیں چاہتیں؟" نانو ایک گہری ٹھنڈی سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آج ماموں نے بھی لنچ گھر پر کرنے کو کہا تھا دیکھوں تو یہ گلنار کیا کر رہی ہے جب تک سر پر نہ کھڑی ہوں کام کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا اس کا بس باتیں سن لو اس کی۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں قرآن شریف شیلف میں رکھا اور باہر چلی گئیں انہوں نے ہارون کی بات کا جواب نہیں دیا تھا اور ہارن کو جیسے بوجھنے کے لیے ایک پہیلی دے دی تھی۔ آخر ماما کیوں جینا نہیں چاہتی کیا وہ پاپا کے ساتھ خوش نہیں ہیں۔ لیکن پاپا..... کیا پاپا جیسے شخص کے ساتھ بھی کوئی عورت ناخوش رہ سکتی ہے؟"

کچھ دیر سونے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا ابھی لنچ میں ٹائم تھا اور اسے اکیڈمی میں ہونے والے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی۔ اس نے اپنے روم میں آ کر کتاب اٹھائی نوٹ بک کھولی لیکن ذہن بار بار نانو کی کہی گئی بات کی طرف چلا جاتا تھا آخر ماما کیوں نہیں زندہ رہنا چاہتیں۔ میں، پاپا، نانو کیا ہم میں سے کوئی ایک بھی ان کے لیے جینے کا جواز نہیں بن سکتا۔ یقیناً وہ اپنی بیماری سے تنگ آگئی ہیں اس لیے جینا نہیں چاہتیں۔ بالآخر اس نے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کتاب بند کر کے ٹیرس کا دروازہ کھول کر ٹیرس پر آگیا۔ اس کے بیڈ روم کے ٹیرس سے جیلانی پارک کا پورا سبزہ زار نظر آتا تھا اس نے دیکھا وہاں چند بچے کھیل رہے تھے اگرچہ چھٹی کا دن تھا پھر بھی کچھ بچے آئے ہوئے تھے۔ چند بچے ایک فٹ بال کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ دو بچے ایک سائیڈ پر بیٹ بال کھیل رہے تھے ایک بچہ بھاگتے بھاگتے گر پڑا تو سب بچے ہنسنے لگا اسے ان کی ہنسی کی آواز سنائی نہیں دی تھی لیکن اس نے تصور میں انہیں ہنستے دیکھا وہ اس طرح کبھی کسی پارک میں جا کر نہیں

کھیلا تھا دل پر بوجھ سا پڑ گیا تو ٹیرس سے ہٹ گیا اور پھر بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے اس نے نانو کی آواز سنی جو کچن سے آرہی تھی وہ یقیناً گلنار کے ساتھ سر کھپا رہی تھیں۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا ماما کے کمرے میں آیا وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی اسے لگا جیسے ان کی رنگت مزید زرد ہوگئی ہو، وہ ہولے ہولے معدوم ہوتی جارہی تھیں وہ کچھ دیر ان کے بیڈ کے پاس کھڑا رہا اور پھر پیچھے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا وہ نرم و ملائم کمبل میں سکڑی ہوئی سی لیٹی تھیں اور ان کے لمبے سلکی بال تکیے پر بکھرے تھے اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں لیکن وہ ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھ رہا تھا تب ہی وہ کسمسائیں اور لحہ بھر بعد انہوں نے آنکھیں کھول دیں اسے بیٹھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوش گوار سی حیرت نمودار ہوئی تھی ہارون نے ان کی آنکھوں کو چمکتے اور پھر اس چمک کو معدوم ہوتے محسوس کیا۔

"ماما......" وہ اٹھ کر ان کے بیڈ کے قریب آیا اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اٹھا کر بیٹھنے میں مدد دی اور پھر ان کے پیچھے تکیے رکھے۔

"تم کب سے یہاں بیٹھے ہو ہارون؟"

"بہت دیر ہوگئی۔" وہ مسکرایا اور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"نہیں......نہیں یہاں مت بیٹھو۔" وہ گھبرا کر سمٹی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے نا یہ چھوت کی بیماری ہے تم یہاں نہ آیا کرو تمہارے پاپا ناراض ہوتے ہوں گے۔"

"کیوں نہ آیا کروں؟" ہارون کی بے حد خوب صورت آنکھوں سے ناراضی جھلکی۔

"آپ میری ماما ہیں اور میں آپ کا بیٹا ہوں پاپا میرے یہاں آنے پر نہ ناراض ہوسکتے ہیں نہ آنے سے منع کرسکتے ہیں۔" وہ ان کے پاس ہی ان کے بیڈ پر ان کے ہاتھ تھامے بیٹھا رہا اور وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتی رہیں ان کا بیٹا کتنا وجیہہ کتنا ہینڈسم تھا اور کتنا نرم دل بالکل اس جیسا۔

وہ ہونٹ بھینچے بیٹھی رہیں انہوں نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نہیں چھڑائے تھے اور ان کی آنکھوں کی نمی ہارون کو اپنے دل پر گرتی محسوس ہورہی تھی اس کا پورا من بھیگ گیا تھا وہ ماما سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا باتیں کرے اور وہ بھی اس سے بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھیں لیکن کہہ نہیں پارہی تھیں تب ہارون کو گلنار کا خیال آیا اور وہ ان سے گلنار کی باتیں کرنے لگا۔ وہ ساری باتیں جو گلنار نے اس سے کی تھیں کچھ دیر بعد ان کی آنکھوں میں دلچسپی نظر آئی اور پھر وہ مسکرانے لگیں۔

"یہ گلنار بھی نا تم سے کیا کیا باتیں کرتی رہتی ہے۔" ان کے لبوں سے نکلا۔

"میں جب گلنار کی عمر کی تھی نا بلکہ گلنار سے چھوٹی ہی تھی تو میں بھی حویلی کے صحن میں بچوں کو جمع کرکے یہ سب کھیل کھیلتی تھی۔"

"کون سے کھیل ماما۔"

"یہی اسٹاپو، آنکھ مچولی، ہرا سمندر۔" پہلی بار وہ اپنا بچپن اس سے شیئر کررہی تھیں۔ پہلی بار وہ جان رہا تھا کہ اس کی ماما ہمیشہ سے ایسی نہیں تھیں بلکہ کبھی وہ زندگی سے بھرپور، بہت شوخ و شنگ ہوا کرتی تھیں وہ حیران کن خوشی کے ساتھ ان کی باتیں سن رہا تھا جب نانو سوپ کا پیالہ لے کر اندر آئی تھیں اسے وہاں دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی تھی۔

"تم یہاں ہو ہارون۔"

"جی۔" اس نے نانو کی طرف دیکھا۔

"میں ماما سے ان کے بچپن کی باتیں سن رہا ہوں۔" ہارون کے چہرے پر خوشی تھی۔

نانو کی آنکھوں کی حیرت مزید بڑھی اور انہوں نے زنیرہ کی طرف دیکھا اس کی ہمیشہ کی سوگوار بجھی بجھی آنکھوں میں آج زندگی کی چمک تھی۔

"بیٹا یہ پی لو۔" زنیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ یخنی میں نے خود بنائی ہے ذونی۔"

"نانو مجھے دیں۔" ہارون نے باؤل ان کے ہاتھ سے

لے لیا۔

"ماما منہ کھولیں پلیز۔" زنیرہ نے منہ کھول دیا اور ہارون انہیں اپنے ہاتھوں سے یخنی پلانے لگا۔

دل میں خوش گوار سی حیرت چھپائے نانو کچھ دیر کھڑی ہارون کو زنیرہ کو یخنی پلاتے دیکھتی رہیں۔ پھر باہر چلی گئیں ان کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ وہ منتوں کے باوجود ایک دو چمچ لے کر باؤل ہاتھوں سے پرے کر دیتی تھیں۔ تو کیا ہارون کی توجہ میری زونی کے اندر زندگی کی وہ امنگ پیدا کرے گی جو مر چکی ہے وہ کچن میں گلنار کو کام کرتے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھیں جب ہارون نے خالی باؤل لا کر سلیب پر رکھا۔ انہوں نے خالی باؤل کو بھی اسی خوش گوار حیرت سے دیکھا اور ہارون کو لاؤنج میں بیٹھنے کے لیے کہا۔

"میں بس کھانا لگوانے لگی ہوں تم کچھ دیر ٹی وی دیکھو۔"

"لیکن پاپا نے آج لنچ گھر پر کرنا تھا کیا ان کا انتظار نہیں کریں گی۔"

"ہاں ماموں کا فون آ گیا تھا نہیں آ سکتا وہ۔" وہ اسے بتا کر گلنار کو کچھ ہدایت دینے لگیں تو وہ کچن سے باہر نکل آیا لاؤنج میں ابھی بھی ہلکی ہلکی مہک تھی۔ زونیرہ تھک گئی تھی اور آرام کرنا چاہتی تھی اس لیے وہ وہاں رکنے کے بجائے پھر لان میں چلا آیا نوریاں اب پورچ دھو کر باہر گیٹ کے سامنے والی جگہ دھو رہی تھیں۔ وہ کھلے گیٹ سے باہر نکل آیا سامنے خالی پلاٹ میں جھگیوں والے بچے ایک چوڑی پٹی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے وہ ہٹ لگاتے بال کے پیچھے دوڑتے اور زور سے ہنستے ہوئے بہت خوش ہو رہے تھے۔ کچھ دیر وہ یونہی کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر وہاں ایک شخص آ گیا جس نے ایک ہاتھ میں لمبا بانس اٹھا رکھا تھا جس کے سرے پر کوئی چیز لپٹی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں گھنٹی بھی جسے وہ زور و شور سے بجا رہا تھا لڑکے کھیلنا چھوڑ کر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے اور کچھ لڑکے اپنی جھگیوں کی طرف بھاگ گئے تھے وہ چند قدم آگے بڑھ کر دیکھنے لگا اس شخص کے کندھے پر ایک تھیلا لٹکا ہوا تھا جس میں سے وہ سرکنڈے کی پتلی تیلیاں نکال کر بانس پر لپیٹے ہوئے میٹریل کو جو ربڑ کی طرح لگ رہا تھا کھینچ کر مختلف روپ دے رہا تھا۔ چڑیاں طوطے، اس کے ہاتھوں سے بن کر بچوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو رہے تھے۔ وہ بچے جو جھگیوں کی طرف بھاگے تھے غالباً پیسے لے کر آئے تھے اور اب شور مچا رہے تھے۔

"چاچا مجھے چڑیا بنا دو، مجھے حقہ، مجھے کبوتر۔" وہ کچھ اور آگے بڑھا اور دلچسپی سے اسے حقہ بناتے دیکھنے لگا اس کا جی چاہا وہ بھی ایک حقہ بنوائے اور زبان لگا لگا کر چوسے وہ کچھ دیر بچوں کو دیکھتا رہا۔ بیچنے والا اب ڈنڈا بلند کیے گھنٹی بجاتا جا رہا تھا وہ بھاری دل کے ساتھ اندر آ گیا اسے لگا جیسے وہ مصنوعی زندگی گزار رہا ہے اصل زندگی تو ان بچوں کی اور گلنار کی ہے۔

اس نے گلنار کی طرف دیکھا وہ دوپٹا اچھی طرح لپیٹے کھانا لگا رہی تھی۔ کھانے کی ٹیبل پر صرف وہ اور نانو تھے۔ نہ جانے کس بات پر نانو نے گلنار کو ڈانٹا لیکن ہمیشہ کی طرح گلنار پر اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ برتن لگا کر چلی گئی اور کچن میں کھڑی نہ جانے کس بات پر گڈی کو جھڑک رہی تھی۔ اس نے نانو کی طرف دیکھا۔

"یہ گلنار گڈی کو ڈانٹ رہی ہے۔"

"تم کھانا کھاؤ۔" نانو نے اس سے کہا۔

"اس کی تو عادت ہے اور یہ گڈی کمبخت بھی بڑی ضدی ہے کھانڈ کے کھلونے لینے کی ضد کر رہی ہے یہ بھی ہر دوسرے دن گھنٹی بجاتا آ جاتا ہے۔"

"اب تو وہ چلا گیا ہو گا نہیں تو وہ اسے ضرور دلوا دیتا۔" اس نے سوچا اور کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آ گیا اس کا دل اب اکیڈمی جانے کو بھی نہیں چاہ رہا تھا جانتا تھا پاپا کو پتا چلا کہ وہ بلاوجہ ہی اکیڈمی نہیں گیا تو وہ ناراض ہوں گے پھر بھی وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اپنی اور گلنار کی زندگی کا موازنہ کرتا رہا اور پھر یونہی سوچتے سوچتے سو گیا اور پھر اگلے کئی روز تک وہ گلنار کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا رہا کہ وہ

کام سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرتی ہے کیا کھیلتی ہے اور کیا باتیں کرتی ہے حیرت انگیز طور پر اس کی ہر حرکت اسے دلچسپ لگتی غیر محسوس طور پر اس کی روٹین بدل گئی تھی وہ صبح اسکول جانے سے پہلے ماما کے کمرے میں باقاعدگی سے جانے لگا تھا جب وہ انہیں خدا حافظ کہتا تو ان کی نم آنکھوں کی چمک اسے خوش کرتی اور وہ سوچتا کاش اسے پہلے ایسا خیال آجاتا تو وہ ماما کو یہ خوشی دے سکتا تھا اسکول سے آنے کے بعد بھی وہ ماما کے پاس بیٹھنے اور اپنے تجربے شیئر کرنے لگا تھا اس کے پاس ماما سے شیئر کرنے کے لیے اب ہر روز کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی تھی۔ پلاٹ میں کھیلتے بچوں کی ایکٹویٹیز گلنار کی باتیں اور حرکتیں وہ ماما کو بتاتا تو وہ بہت شوق سے سنتیں اور پھر وہ بھی اپنے بچپن کی کوئی نہ کوئی بات یاد کر کے اس سے شیئر کرتیں جب اس نے چڑیوں، طوطوں والی میٹھی چیز کی بات انہیں بتائی تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہمارے گاؤں میں بھی چاچا خیرو بانس پر وہ ربڑ جیسی میٹھی چینی لپیٹے دور سے ہی گھنٹی بجاتا آتا تو سب بچے گھنٹی کی آواز سن کر اکٹھے ہو جاتے تھے۔ میں نے بھی کئی بار سرخ سبز دھاریوں والی چڑیاں اور طوطے بنوائے تھے لیکن یہاں لاہور میں بھلا ایسی چیزیں بیچنے والا کہاں سے آ گیا۔

”ہو سکتا ہے وہ بھی جھگیوں کا کوئی مکین ہو۔“ اس نے خیال ظاہر کیا تو ماما نے اسے بتایا کہ ان کے گاؤں میں ایک شخص لکڑی کا ڈبا اٹھائے آتا اور ڈبے کے اندر لگی مشین میں چینی ڈالتا تو ایک دم وہ چینی دھنکی ہوئی روئی کی طرح بن جاتی۔ رنگ برنگی جھاگ جیسی روئی منہ میں ڈالتے ہی گھل جاتی تھی۔“

وہ ماما کی ہر بات بہت شوق سے سنتا اور ماما کو اپنے ہاتھوں سے کھلا پلا کر بہت خوش ہوتا تھا۔ وہ ماما کو کبھی کبھی لان میں لے جاتا تھا ایک دو بار جیلانی پارک میں بھی لے گیا تھا۔

اس روز بھی وہ ماما کے ساتھ لان میں بیٹھا تھا کہ اس کے کانوں میں گلنار کے اونچا اونچا گانے کی آواز آئی جس میں گڈی کی آواز بھی شامل تھی۔ یہ آوازیں دائیں طرف سے آ رہی تھیں اس نے اٹھ کر دیکھا وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے تیز تیز گھوم رہی تھیں ان کے گھومنے میں ہولے ہولے شدت آ رہی تھی اور ساتھ ہی آواز بھی بلند ہو رہی تھی۔ بے معنی سے بول تھے ہارون کو سمجھ نہیں آئے تھے یک دم ہی گڈی کی نظر اس پر پڑی تھی اور اس نے گلنار کا ہاتھ چھوڑ دیا گلنار چکراتی ہوئی پلر سے ٹکرائی اور پھر زمین پر گر گئی۔ وہ یک دم ہی اس کی طرف بڑھا وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔

”گلنار چوٹ لگی ہے۔“ گلنار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور ہنس دی۔

”جی۔ لگ جاتی ہے چوٹ کبھی کبھی۔“ اس کے ماتھے پر بڑا سا گومڑ بنا ہوا تھا اس نے دوپٹے کا ایک کونا گول سا لپیٹ کر اس پر پھونک مار کر گومڑ پر رکھا اور وضاحت کی۔

”ہو جاتا ہے اینکلی میں ایسا جب کوئی اچانک ہاتھ چھوڑ دے۔“

”وہ گلنار کو چوٹ لگ گئی ہے۔ اوٹ پٹانگ کھیل ایجاد کیے ہوئے ہیں اس نے۔“ ماما کے پاس ہی دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے بتایا۔

”صدیوں سے لڑکیاں اینکلی ڈالتی ہیں اور اینکلی میں کبھی کبھی ہاتھ چھوٹ جائے تو چوٹ لگ ہی جاتی ہے سر گھومنے لگتا ہے۔“

”تو جب پتا ہے کہ چوٹ لگ جاتی ہے تو پھر ایسا فضول کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔“ وہ ابھی تک گلنار کے ماتھے پر بن جانے والے گومڑ کے متعلق سوچ رہا تھا۔

”تو چوٹ لگ جانے کے خوف سے کوئی پسندیدہ کھیل کھیلنا تھوڑی چھوڑ دیتا ہے جیسے لوگ پہاڑوں کو سر کرتے ہیں اونچی بلند چوٹیوں تک جاتے ہیں۔ انہیں پتا نہیں ہوتا کہ وہ اوپر پہنچ پائیں گے یا مر جائیں گے پھر بھی ہر سال سینکڑوں لوگ پہاڑ سر کرنے کے لیے گھر سے نکلتے ہیں اور ایسے ہی کوئی اور کھیل تو۔“ انہوں نے ہارون کی طرف دیکھا اور مسکرائیں۔

"ایسے ہی لڑکیاں بھی اسٹاپو ڈالتی ہیں بڑی تھرل ہوتی ہے اس میں۔"

"کیا آپ بھی ماما...... کیا آپ نے کبھی اپنے بچپن میں اسٹاپو ڈالی تھی۔" اس نے مڑ کر گلنار کی طرف دیکھا جواب آلتی پالتی مارے زمین پر بیٹھی تھی وہ اور گڈی شاید کچھ اور کھیل کھیل رہی تھیں ان کے بھن بھن کی آواز آرہی تھی شاید ساتھ ساتھ وہ کچھ گا بھی رہی تھی۔ "ہاں میں بھی کبھی کبھی سہیلیوں کے ساتھ اسٹاپو ڈالتی تھی بہت مزا آتا تھا مجھے۔" ان کی آنکھوں میں یادوں کے جگنو جھلملانے لگے تھے۔

"ایک بار میری سہیلی ناراض ہوکر چلی گئی وہ کہتی تھی وہ اسٹاپو نہیں ڈالے گی اسے بہت چکر آتے ہیں۔ مجھے اس پر بہت غصہ آیا کیونکہ کبھی کسی نے میری بات نہیں ٹالی تھی۔ میں رونے لگی تو ریحان جو برآمدے میں کرسی پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اس نے مجھے روتے دیکھا تو میرے پاس آکر پوچھا کہ میں کیوں رو رہی ہوں جب میں نے بتایا تو ریحان ہنس پڑا کہ اس میں رونے والی کیا بات ہے تمہارا اسٹاپو ڈالنے کو جی چاہ رہا ہے تو میرے ساتھ اسٹاپو ڈال لو۔"

"آپ کے ساتھ......!" مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اس نے میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پھر وہ اتنا تیز گھوما کہ مجھے چکر آنے لگے لیکن اس نے میرا ہاتھ بالکل نہیں چھوڑا تھا بہت ہولے ہولے رکا تھا میں بہت خوش ہوئی تھی۔ آپ کو تو بہت اچھی اسٹاپو ڈالنی آتی ہے میں نے کہا تو اس نے جواب دیا تھا۔

"ہاں مجھے سب کچھ آتا ہے اب آئندہ اگر کوئی سہیلی ناراض ہوئی تو مجھے بتانا میں تمہارے ساتھ کھیلوں گا لیکن پھر کبھی مت رونا۔"

"یہ ریحان کون تھا ماما؟" ہارون نے پوچھا۔ اس نے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔

"ریحان میری خالہ کا بیٹا تھا خالہ کے انتقال کے بعد خالو نے دوسری شادی کرلی تھی اور سوتیلی ماں اسے گھر رکھنے کو تیار نہیں تھی تب اماں اسے حویلی لے آئی تھیں وہ دس سال کا تھا تب اور میں پانچ سال کی تھی۔" ریحان کے متعلق بتاتے ہوئے زونیرہ کا چہرہ کھل اٹھا اور آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

"اور اب یہ انکل کہاں ہیں یہ ہمارے گھر کبھی کیوں نہیں آئے؟" ہارون نے پوچھا تو ان کا چہرہ یک دم پھیکا پڑ گیا اور آنکھیں بجھ سی گئیں۔

"میری شادی کے بعد وہ خالو کے پاس چلا گیا تھا اور پھر کبھی ہمارے ہاں نہیں آیا ایک بار اماں نے بتایا تھا کہ وہ ملک سے باہر چلا گیا ہے۔" زونیرہ نے چہرہ جھکا لیا تھا اور آنکھوں میں نمی سی پھیل گئی تھی وہ کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ اندرونی دروازہ کھول کر نانو باہر آگئیں۔

"زونی، اتنی دیر سے باہر بیٹھی ہو تھک گئی ہوگی۔" کچھ دیر آرام کرلو۔" اور وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ہاں کچھ تھکن ہو رہی ہے۔"

معذرت طلب نظروں سے ہارون کو دیکھتی وہ نانو کے ساتھ چلنے لگیں اور وہ وہاں بیٹھا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ نانو کے اندر جانے کے بعد گلنار نے جو ان کے آنے پر چھپ گئی تھی پلر کی اوٹ سے دیکھا اور پھر برآمدے میں آگئی۔

"بات سنو گلنار۔" ہانی نے اسے پورچ کی طرف جاتے دیکھ کر بلا لیا وہ غالباً پیچھے اپنے کوارٹر کی طرف جا رہی تھی۔ مڑ کر اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئی اس نے اس کے ماتھے کی طرف دیکھا۔

"تم نانو سے پوچھ کر کوئی دوا لگا لینا۔"

"او جی آپ ہی ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"سنو تم اسٹاپو ڈالتے ہوئے کچھ گا بھی رہی تھیں کیا؟"

"ہاں...... وہ جی اسٹاپو کے بول تھے نا۔"

اسٹاپو کھیل دی
پگ میرے سو ہری
وہری مینکیدی آئی
چھمن چھمن کرینڈی آئی

اس نے باقاعدہ سر لگا کر سنایا۔

"لیکن ان بولوں کا تمہارے کھیل سے کیا تعلق ہے۔"
"تعلق ہے نا بھائی گاتے ہوئے ایکٹی ڈالیں تو مزا آتا ہے، جوش آتا ہے۔" اس کے سانولے رخساروں پر سرخی تھی۔
"اور وہ جو تم بیٹھ کر کنکے اچھال رہی تھیں۔" ہارون نے پھر پوچھا۔
"وہ تو ہم "پنج گیٹا" کھیل رہے تھے۔"
تینوں تارا
رنگاں والا
رنگ پیازی
آیا قاضی
اس نے پھر سر لگایا تو ہارون کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ نانو ٹھیک ہی کہتی ہیں اسے تو بس پچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور شروع ہو جاتی ہے۔
تب ہی نوراں نے دروازہ کھول کر اسے آواز دی۔
"گلو کی بچی تجھے کہا تھا بی بی کے کپڑے استری کردے اور تو یہاں مری ہوئی ہے۔" گلنار فوراً ہی اندر بھاگ گئی ہارون نے سوچا کہ کبھی فرصت سے بیٹھ کر گلنار سے گاؤں کی باتیں پوچھے گا کم از کم آج کے لیے ماما سے شیئر کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ کچھ تھا۔ وہ اپنی نئی روٹین کے ساتھ بہت مطمئن تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ مامون انصاری اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ایک روز انہوں نے اسے طلب کرلیا۔ گڈی اسے بلانے آئی تھی مامون انصاری اپنے بیڈروم میں دونوں ہاتھ پیچھے باندھے ٹہل رہے تھے جب وہ کمرے میں آیا رک کر انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔
"تم جانتے ہو اگلے ماہ تمہارا امتحان ہے۔"
"جی۔" وہ جانتا تھا۔
"میں چاہتا ہوں تم سب میں پلس ایز لو۔" یہ بھی وہ جانتا تھا اس میں نیا تو کچھ نہیں تھا۔
"تم آج کل پڑھائی پر توجہ نہیں دے رہے ہو۔" بالآخر انہوں نے کہا تو اسے حیرت ہوئی۔
ایسا تو نہیں تھا وہ باقاعدگی سے اکیڈمی جاتا اور اسکول میں ہر ٹیسٹ میں وہ اچھے نمبر لیتا تھا۔
"تم آج کل باہر پلاٹ میں کھیلنے والے بچوں میں بڑی دلچسپی لے رہے ہو، یہ جھگیوں والے اللہ جانے کون انہیں اجازت دیتا ہے جھگیاں بنانے کی اور....." بات ادھوری چھوڑ کر مامون انصاری نے اس کی طرف دیکھا۔
"یہ آج کل تم زونی کے کمرے میں زیادہ وقت گزارنے لگے ہو۔"
"ہاں لیکن جب میں فارغ ہوتا ہوں تب ہی ماما کے پاس جاتا ہوں۔"
"ہاں لیکن....." وہ بالکل اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔
"تم جانتے ہو وہ بیمار ہے اور اس کی بیماری...... خیر میں چاہتا ہوں تم زونی کے کمرے میں بہت زیادہ دیر مت رہا کرو۔" اس نے مامون انصاری کی بات سنی تھی لیکن اس پر عمل نہیں کیا تھا وہ اس کی ماما تھیں اور اب وہ انہیں اگنور نہیں کرسکتا تھا اسے لگتا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ بہتر ہونے لگی ہیں اور وہ سوچتا تھا کہ اگر پاپا نے بھی انہیں اتنی توجہ دی ہوتی تو شاید اب تک وہ ٹھیک ہو چکی ہوتیں۔ بہترین ڈاکٹر، مہنگا علاج کسی سے بھی بہتری نہیں آئی تھی لیکن اب ان کے رخساروں کی رنگت بدلتی جارہی تھی اب انہیں بھوک بھی لگتی تھی کھانا بھی کھا لیتی تھیں نانو بہت خوش تھیں۔
"ہانی بیٹا اپنی ماں کو کبھی اکیلا مت چھوڑنا۔" ایک روز نانو نے اس سے کہا تھا۔
اور وہ اپنے پیپرز کے دوران بھی ماما کو ٹائم دیتا تھا ان سے باتیں کرتا اور ان کی سنتا تھا حالانکہ وہ اسے بار بار کہتی تھیں کہ وہ اپنی پڑھائی کرے وقت ضائع نہ کرے۔
"میرا وقت ضائع نہیں ہوتا ماما آپ کے پاس بیٹھنا میرے وقت کا بہترین مصرف ہے یہ لمحے میرے لیے بہت بیش قیمت ہیں جو آپ کے پاس گزرتے ہیں۔" اور وہ ہنس پڑی تھیں۔

"اماں سنا، یہ ہمارا ہانی کیسی پیاری باتیں کرنا سیکھ گیا ہے۔"

ماما خوش تھیں تو وہ خوش کیوں نہ ہوتا اس روز وہ اپنا آخری پیپر دے کر گنگناتا ہوا۔ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب اس کی نظر گلنار پر پڑی تھی وہ کونے میں پلر سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ پیپرز کی مصروفیات میں اس نے اتنے سارے دنوں سے گلنار پر دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ اندر جانے کے بجائے اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بوسیدہ سی کتاب تھی۔

"یہ یہاں بیٹھی کیا کررہی ہو؟"

"کچھ نہیں جی، یہ پڑھ رہی تھی۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"یہ کیا ہے۔" اس نے تجسس سے اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کی طرف دیکھا۔

"یہ ہارون بھائی یہ...... "پیام عرض" ہے اس میں اچھی کہانیاں ہوتی ہیں۔"

"کہانیاں۔" اس نے دہرایا۔

"ہاں جی، بالکل سچی کہانیاں، ہمارے پنڈ میں ہماری استانی ثریا تھیں وہ پڑھتی تھیں میں نے دیکھا تھا اور یہ میں نے ردی والے سے لیا ہے وہ بی بی جی نے اخباروں کی ردی دی تھی نا دینے کے لیے تو میں نے ردی والے کے ریڑھے سے یہ لے لیا۔"

"تم پڑھ لیتی ہو۔"

"ہاں جی کیوں نہیں۔" اس نے فخر سے کہا۔

"پوری چار جماعتیں پڑھی تھیں اور میں جی اردو کی کتابیں تو پڑھ لیتی ہوں۔"

"اچھا کیا پڑھا ہے اس میں سے تم نے۔" وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا آج اسے ماما کے ساتھ سارا دن گزارنا تھا اور ان سے باتیں کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ دلچسپ ہونا چاہیے۔

"ابھی میں نے جو کہانی پڑھی ہے۔" وہ شروع ہوچکی تھی۔

"اس میں ایک لڑکی ہوتی ہے جسے ایک لڑکے سے محبت ہوجاتی ہے۔ وہ ہر روز اسے خط لکھتی ہے لیکن کبھی دیتی نہیں اپنے پاس ہی رکھ لیتی ہے لڑکے کو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے ایک روز وہ لڑکا کہیں چلا جاتا ہے لڑکی کو ٹی بی ہوجاتی ہے اس کے گھر والے اسے مری اسپتال میں داخل کرادیتے ہیں۔ وہاں وہی لڑکا جو ڈاکٹر بن چکا ہوتا ہے وہ اس لڑکی کو نہیں پہچانتا لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کے تکیے کے نیچے سے وہ سارے خط ڈاکٹر کو ملتے ہیں جو بھی اس نے اسے لکھے تھے۔"

ہارون نے گلنار کی طرف دیکھا بارہ تیرہ سالہ گلنار کتنی روانی سے اسے محبت کی کہانی سنارہی تھی۔

"آپ پڑھیں گے اس میں مزے مزے کی کہانیاں ہیں۔" اس نے وہ بوسیدہ رسالہ اس کی طرف بڑھایا۔

"نہیں۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹا تھا۔

اس نے بھلا کہاں ایسی کتابیں پڑھی تھیں وہ تو ابھی تک ہیری پوٹر کو پڑھتا تھا اور وی سی ڈبلیو چینل کے سپر نیچرل ڈرامے کی سی ڈی دیکھتا تھا۔ گڈی اپنے کوارٹر کی طرف سے گنا چوستی ہوئی آرہی تھی۔ گلنار نے لپک کر اس سے گنا چھین لیا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ لے لیں جی ابا گاؤں سے لایا ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتا تیزی سے اندرونی گیٹ کی طرف بڑھا۔ لاؤنج میں چند لمحے رک کر وہ ماما کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ماما، نانو کا ہاتھ تھامے رو رہی تھیں۔ وہ ٹھٹک کر دروازے کے پاس ہی رک گیا۔ ماما کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں۔

"اماں جب میں مرنا چاہتی تھی تو موت مجھ سے روٹھ کر دور کہیں چھپ کر بیٹھ گئی تھی اور اب میں جینا چاہتی ہوں سوہانی کے لیے اپنے بیٹے کے لیے اور موت میرے قدموں میں آبیٹھی ہے۔ مجھے دبوچنے کے لیے ہارون مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اماں وہ چھوٹا تھا تو مامون اسے مجھ سے دور رکھتا تھا تو میں سمجھتی تھی وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا لیکن اب مجھے پتا چلا ہے کہ میرا ہانی بہت حساس ہے۔ میری طرح وہ زندگی کی خوب صورتیوں اور لطافتوں کو محسوس

کرتا ہے۔ یہ مصنوعی زندگی اسے اٹریکٹ نہیں کرتی میں ٹھیک ہوگئی تو ہانی کو لے کر حویلی چلی جاؤں گی۔ نیچرل ماحول اور زندگی..... میں مرنا نہیں چاہتی لیکن میں موت کی آہٹیں بہت قریب سے سن رہی ہوں۔" ان کے رونے میں شدت آگئی تو وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"آپ زندہ رہیں گی ماما بہت سارے سال۔" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"اور ہم حویلی بھی جائیں گے اور ابھی کل سے ہم خوب گھومیں پھریں گے ہم سارا لاہور دیکھیں گے باری باری سب جگہوں پر جائیں گے شاہی قلعہ، مقبرہ جہانگیر، شاہی مسجد، شالیمار باغ۔" وہ روتے روتے مسکرا دیں۔

"اماں دیکھا ہانی بالکل ریحان کی طرح باتیں کرتا ہے۔" نانو نے سر ہلایا ہارون نے دیکھا وہ منہ پھیر کر آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"آپ نے کبھی پہلے یہ سب جگہیں دیکھی ہیں کبھی گئی یہاں۔" اس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہاں شادی سے پہلے ریحان کے ساتھ بہت بار، ہمارے گاؤں میں لڑکیوں کا ہائی اسکول نہیں تھا اس لیے جب میں چھٹی کلاس میں آئی تو بابا نے یہاں لاہور میں گھر لے لیا اور ہم یہاں آگئے ہمیشہ کے لیے کسی غمی خوشی پر ہی گاؤں جاتے تھے۔ یہاں آتے ہی چند دونوں بعد ہی ریحان مجھے اور اماں کو شاہی مسجد دکھانے لے گیا تھا۔"

وہ کچھ دیر اس سے ماضی کی باتیں کرتی رہیں اور اس روز اسے پہلی بار پتا چلا تھا کہ یہ گھر نانو کا ہے اور شادی کے بعد ماما پاپا کے گھر جانے کے بجائے یہاں ہی رہی تھیں اور پاپا اس گھر میں آئے تھے اس روز انہوں نے اس سے سب دنوں سے زیادہ باتیں کی تھیں اور جب تھک گئیں تو وہ اپنے کمرے میں آگیا تھا اور رات کو بھی وہ جلدی سے سو گیا تھا کیونکہ امتحان کی وجہ سے وہ کئی راتوں سے پوری نیند نہیں لے رہا تھا۔

صبح حسب معمول وہ تیار ہو کر سیدھا ماما کے کمرے میں آیا تو کمرہ خالی تھا کچھ دیر وہ یونہی خالی کمرے میں کھڑا رہا اسے لگا جیسے اس کا اپنا دل بھی خالی ہوگیا ہے وہ تھکے تھکے قدموں سے کمرے سے نکلا تو گلنار نے بغیر پوچھے ہی ساری تفصیل بتا دی۔

"وہ جی رات زونی باجی کا سانس بار بار رک رہا تھا۔ سینے میں بہت درد بھی تھا تو صاحب اور بی بی جی انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔" اس نے کیا کیا پلاننگ کر رکھی تھی کہ وہ ماما کو آؤٹنگ کے لیے لے کر جائے گا اور پھر وہ کھانا بھی کہیں باہر ہی کھائیں گے اور باقی کی چھٹیوں کے لیے وہ کوئی لمبا پلان بنائے گا۔ مری، کاغان، سوات کہیں بھی جہاں جانا ماما کو پسند ہوگا۔

گلنار نے ٹیبل پر ناشتہ لگا دیا تھا لیکن وہ لاؤنج میں ہی بیٹھا رہا اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ ماما جب بیمار ہوتی ہیں تو انہیں کس اسپتال میں لے جایا جاتا ہے وہ کبھی ماما کے ساتھ اسپتال نہیں گیا تھا لیکن اب وہ بچہ نہیں تھا۔

نانو واپس آئیں تو اس نے گلہ کیا۔

"میری ماما بیمار ہوں اتنی کہ انہیں اسپتال لے جانا پڑے اور مجھے کوئی خبر تک نہ دے۔"

"ماموں نے منع کر دیا تھا کہ تم کئی راتوں سے جاگ رہے ہو تو تمہیں سونے دوں۔" نانو بے حد تھکی تھکی سی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"میری نیند مجھے اپنی ماما سے زیادہ عزیز نہیں تھی نانو۔" وہ روہانسا ہوا۔

"پہلے بھی اکثر زونی کو اسپتال جانا پڑتا تھا۔" نانو نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پہلے کی اور بات تھی نانو لیکن اب مجھے بتانا چاہیے تھا میں ساتھ چلتا تو ماما کو حوصلہ ہوتا۔" وہ صحیح کہہ رہا تھا نانو کو ندامت ہوئی۔

"میں فریش ہو جاؤں تو میرے ساتھ چلنا۔"

"نہیں ....." اسے ان پر ترس آیا وہ بے حد تھکی ہوئی اور نڈھال سی لگ رہی تھیں۔ کتنے سالوں سے وہ بیٹی کی بیماری کا دکھ برداشت کر رہی تھیں۔

"میں ڈرائیور کے ساتھ جا رہا ہوں آپ روم نمبر بتا

دیں اور کچھ دیر ریسٹ کر کے آجائیے گا۔" نانو نے اسے نمبر بتایا اور گلنار کو زونی کے لیے یخنی بنانے کا کہنے لگیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم چند منٹ رک جاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہی چلتی ہوں۔" وہ اٹھیں تو اس نے ان کے کندھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے دوبارہ بٹھادیا اور گلنار کو نانو کا ناشتہ وہاں ہی لانے کو کہا نانو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"میری زونی کتنے سالوں سے......" اور وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگیں تو انہیں تسلی دے کر اور آرام کی تاکید کرتا ہوا اسپتال آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ماموں اسپتال میں ہی ہوگا لیکن ماما کمرے میں اکیلی تھیں اور ماموں اپنے آفس جاچکا تھا۔

پھر اگلے کئی دنوں تک زونی کو اسپتال میں ہی رہنا پڑا تھا کیونکہ ان کا سانس بار بار اکھڑ جاتا تھا اور وہ زیادہ وقت اسپتال میں ہی گزارتا تھا۔

"ماما جلدی سے ٹھیک ہوجائیں آپ مجھے آپ کے ساتھ ان چھٹیوں میں مری اور کاغان جانا ہے لیکن پہلے سارا لاہور دیکھنا ہے۔" وہ کہتا تو ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر جاتی۔

اس روز وہ گھر چینج کرنے کے لیے آیا تو ماموں اسے لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھتے نظر آئے۔ وہ سلام کر کے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ انہوں نے اسے روک لیا۔

"ہارون تم اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو تمہیں اب تک اکیڈمی جوائن کرلینا چاہیے تمہارے سب فرینڈز اے لیول کی تیاری کے لیے اکیڈمی جوائن کر چکے ہیں۔"

ابھی تو اس کا رزلٹ بھی نہیں آیا تھا اور وہ ابھی سے اکیڈمی جوائن نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے ماما کے ساتھ ابھی گھومنا تھا لیکن ماما کی طبیعت اسپتال سے آ کر بھی کچھ زیادہ ٹھیک نہیں تھی۔ وہ ہر روز پروگرام بناتا اور ہر روز کینسل کرتا ماما زیادہ تر لیٹی رہتی تھیں۔ وہ گھنٹوں ان کے کمرے میں بیٹھا رہتا لیکن وہ بہت کم بات کرتیں ایک بار پھر انہوں نے خاموشی اوڑھ لی تھی۔

اس نے او لیول میں ٹائن ایز لیے تھے ماموں بہت خوش تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اپنا اے لیول یو کے سے ہی کرے لیکن اس نے صاف انکار کردیا۔ پہلی بار اس نے ماموں کی کسی بات سے انکار کیا تھا ماموں نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ اے لیول وہاں سے کرنے سے اسے بعد میں وہاں ایڈمیشن لینے میں آسانی رہے گی لیکن وہ ماما کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ ماما کے اندر جو زندہ رہنے کی تھوڑی بہت رمق پیدا ہوئی ہے وہ اس کے جانے سے ختم ہوجائے گی ماموں نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا لیکن ان کا موڈ کئی دن تک خراب رہا۔

ایک روز اس نے سنا نانو ماما سے کہہ رہی تھیں کہ وہ انہیں اور اپنے بابا کو معاف کردے۔

"تمہارے بابا نے تمہارے لیے صحیح فیصلہ نہیں کیا تھا میں شاید ضد کرتی تو وہ مان جاتے لیکن میں......!"

"ٹھیک ہے لیکن میں آپ سے اور بابا سے ناراض نہیں ہوں۔" انہوں نے نانو کی بات کاٹی تھی۔

"اپنے حساب سے انہوں نے شاید صحیح فیصلہ کیا ہو اور مجھے ماموں سے بھی کبھی کوئی شکایت نہیں انہوں نے ہمیشہ میرا خیال رکھا لیکن پھر بھی پتا نہیں کیوں مجھے ہمیشہ ایک کمی سی محسوس ہوئی جیسے......!" انہوں نے ایک گہری سانس لیا۔

"جیسے...... سب کچھ ہے اس گھر میں لیکن پھر بھی کہیں کچھ نہیں ہے۔ کچھ ایسا جو دل و جان کو یکساں تسکین دے سکے۔ جیسے زندگی میں کہیں کچھ مسنگ ہو کچھ کھو گیا ہو خرابی ساری مجھ ہی میں تھی اماں، ماموں تو بہت اچھے ہیں اور اب......!" وہ شاید مسکرائی تھیں ہارون نے یوں ہی محسوس کیا تھا۔ "جب ہارون میرے پاس ہوتا ہے ہم ایک دوسرے سے باتیں شیئر کرتے ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی میں کہیں کوئی کمی نہیں ہے میں نے ہمیشہ نامکمل ادھوری زندگی گزاری ہے اماں اب میں ایک مکمل زندگی جینا چاہتی ہوں میں مرنا نہیں چاہتی اماں اور موت تیزی

سے میری طرف آ رہی ہے...... ہیں نا اماں؟" نانو رو رہی تھیں وہ دل پر بھاری بوجھ لیے دروازے کے پاس سے ہی پلٹ آیا اس روز اس نے اللہ سے بہت دعائیں کیں کہ اللہ اس کی ماما کو مکمل زندگی جینے کی مہلت دے لیکن کچھ دعائیں قبول نہیں ہوتیں اس کی دعا بھی در مقبولیت تک نہیں پہنچ پائی تھی اور ماما نے اس کے اے لیول کمپلیٹ کرنے سے پہلے ہی ایک رات چپکے سے ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند لیں۔ اس رات انہوں نے دیر تک اس سے باتیں کی تھیں۔ اپنی ریحان کی اور اپنے بابا کی۔ ساڑھے بارہ بجے نانو نے اسے زبردستی سونے کے لیے بھیجا تھا۔ نانو رات کو ان کے کمرے میں ہی سوتی تھیں اور اس رات ساڑھے بارہ بجے زنیرہ کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر مامون نے اسے سرزنش کی تھی۔

"میں نہیں سمجھتا کہ اس روٹین کے ساتھ تم اے لیول کلیئر بھی کرسکو گے۔" اور اس نے ہمیشہ کی طرح خاموشی اختیار کرلی تھی اور اسی رات تین بجے کے قریب نانو نے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

"ہانی جلدی آؤ تمہاری ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔" نانو زار وقطار رو رہی تھیں۔ وہ بھاگتا ہوا ان کے کمرے میں پہنچا تھا ان کی نظریں دروازے کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔

"ہانی......"

"ماما۔" زمین پر دوزانو بیٹھتے ہوئے اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"ہانی میں......" ان کی زبان لڑکھڑا گئی تھی اور آنکھوں کے کونے سے دو آنسو نکلے تھے اور آنکھیں جیسے پتھرا سی گئی تھیں۔ نانو نے کلمہ پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو مامون انصاری نے گاؤن کی ڈوریاں بند کرتے ہوئے اندر قدم رکھا تھا۔

پھر کئی دن وہ اپنے آپ سے بے خبر رہا۔ سارا سارا دن زنیرہ کے خالی کمرے میں بیٹھا رہتا۔ نانو خود غم سے بے حال تھیں لیکن جب گلنار نے انہیں بتایا کہ وہ سارا دن بھوکا پیاسا زونی باجی کے کمرے میں بیٹھا روتا رہتا ہے تو نانو اپنے آپ کو بمشکل سنبھال کر اس کے کمرے میں آئیں۔ اسے گلے لگایا پیار کیا تو وہ تڑپ تڑپ کر رونے لگا تب ہی مامون انصاری بھی آگئے تھے ان کے ماتھے پر شکنیں تھیں اور لہجے میں ناگواری۔

"چاچی زونی اچانک نہیں مری، وہ کئی سالوں سے بیمار تھی اور ہم مینٹلی اس کی موت کے لیے تیار تھے آپ اپنے آپ کو سنبھالیں اور اس بے وقوف ہانی کو بھی سمجھائیں یہ کئی دنوں سے اسکول نہیں جارہا میں اسے بلند مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس وقت اسے مامون انصاری بہت سنگ دل اور بے حس لگے تھے وہ نانو سے الگ ہوکر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے آنسو بھی پونچھ لیے تھے۔

"زونی کے ساتھ شادی کر کے سوائے ہارون کے میں نے کوئی اور دولت نہیں کمائی اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

نانو نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا لیکن وہ جتنی تیزی سے کمرے میں آئے تھے اتنی ہی تیزی سے بات مکمل کر کے چلے گئے نانو چپ سی بیٹھی تھیں۔

"نانو۔" اس نے پوچھا۔

"کیا ماما بابا اپنی شادی سے خوش نہیں تھے۔" نانو کی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

"زونی صرف اٹھارہ سال کی تھی جب اچانک تمہارے نانا جان نے مامون کے ساتھ اس کی شادی کا فیصلہ کیا۔ ابھی تو وہ لان میں ریحان کے ساتھ کھیلتی پھرتی تھی دونوں ابھی بچوں کی طرح کیرم بورڈ اور تاش کھیلتے ہوئے شور مچاتے تھے سخت سردی میں آئس کریم کھانے نکل جاتے۔ میں نے تمہارے نانا جان سے کہا تھا اتنی جلدی یہ کریں لیکن انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا مامون یوکے سے اپنی تعلیم مکمل کر کے تین سال قبل آیا تھا اور اپنے ساتھ ساتھ ہمارا بزنس بھی دیکھ رہا تھا۔ زونی بہت حساس آرٹسٹک ذہن رکھنے والی زندہ دل لڑکی تھی جبکہ مامون بہت سنجیدہ اور بزنس مائنڈڈ وہ زونی کی دلچسپیوں میں حصہ

نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں احمقانہ قرار دیتا تھا اور پھر اپنے بزنس کو ترقی دینے کے جنون میں وہ زونی کو وقت بھی نہ دے پاتا اور تمہارے نانا کے بعد تو وہ اور بھی مصروف ہوگیا تھا۔ ریحان بھی چلا گیا تھا اور وہ بالکل تنہا ہوگئی تھی۔ وہ بہت خاموش رہنے لگی تھی اور ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ یہ خاموشی اسے کیا روگ لگا گئی ہے۔''

''اگر ماما کی شادی ریحان انکل سے ہوتی تو وہ زیادہ خوش رہتیں۔'' اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا تو نانو نے آنکھیں چرالیں اور اسے گلنار کی سنائی ہوئی کہانی یاد آ گئی تو وہ اٹھ کر لاؤنج میں آ گیا گلنار لاؤنج کے بیچوں بیچ گھٹنوں میں سر رکھے بیٹھی رو رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا ہے گلنار، کیوں رو رہی ہو؟'' اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے زونی باجی یاد آ رہی ہیں وہ اتنی اچھی تھیں اللہ جانے انہیں ایسا مرض کیوں لگ گیا تھا ان کے پاس تو سب کچھ تھا پھر بھی۔'' اس نے اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھے۔

''ماں کا رتبہ بڑا ہوتا ہے جی، ہزار جتن کر ڈالو پھر بھی ماں نہیں ملتی میری اماں تو ابھی تک میری نانی کو روتی ہے۔ یہ ماں ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔'' اور یہ بات جو گلنار سمجھتی تھی وہ مامون انصاری نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ زونی کو بھول جائے جو اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ پھر بھی اس کی روٹین ایک بار پھر بدل گئی تھی وہ پھر پہلے جیسا خاموش اور گم صم ہوگیا تھا نانو کوئی بات کرتیں تو جواب دے دیتا گلنار کی سرگرمیاں بھی اب اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی تھیں۔ ہر شے سے جیسے اس کی دلچسپی ختم ہوگئی تھی۔ وہ ایک روبوٹ کی طرح مامون کی خواہش کے مطابق محنت کر رہا تھا اور پھر شاندار گریڈز کے ساتھ اے لیول کرنے کے بعد مامون کی خواہش پر ہی وہ مزید ایجوکیشن کے لیے یو کے چلا گیا کبھی کبھی اسے اپنا آپ ایک مشین کی طرح لگتا لیکن پھر اس مشین میں رانیہ نے زندگی کی حرارت پیدا کی۔ رانیہ اس کی کزن بھی اس کی چھوٹی پھوپی کی اکلوتی بیٹی

جو اس سے ایک سال پہلے پڑھنے کے لیے گئی تھی اور اس نے اپنا اے لیول وہاں سے ہی کیا تھا۔ اس کی پڑھائی کی وجہ سے پھوپی نے بھی وہیں رہائش اختیار کر لی تھی رانیہ کے پاپا تو ہمیشہ سے وہاں ہی سیٹل تھے۔ مامون نے اس خیال سے کہ اس کی پڑھائی ڈسٹرب نہ ہو اسے ایک الگ اپارٹمنٹ لے دیا تھا۔ تاہم بھی کبھار وہ پھوپی کے گھر جاتا تھا اور اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ اور رانیہ کب ایک دوسرے کے قریب آئے اور کب اسے لگا کہ اسے رانیہ سے محبت ہوگئی ہے۔ رانیہ خوش شکل تھی۔ بولڈ تھی اور وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسی اس کی کلاس کی لڑکیاں ہوتی تھیں اس میں ایسا کچھ الگ تو نہیں تھا پھر بھی وہ اس کی محبت میں مبتلا ہوگیا تھا اور جب مامون نے اس کی تعلیم ختم کر کے وطن آنے کے بعد اس سے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس کی شادی رانیہ سے ہو جائے تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوا۔ وہ چھ سال بعد وطن آیا تھا نانو پہلے کے مقابلے میں زیادہ بوڑھی اور کمزور ہوگئی تھیں لیکن ایکٹیو تھیں۔ انہیں رانیہ کے ساتھ اس کی شادی پر حیرت تھی انہوں نے اس کے لیے کچھ اور سوچ رکھا تھا لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں وہ صرف زونیرہ کا نہیں مامون کا بھی بیٹا تھا اور یوں اس کی شادی رانیہ سے ہوگئی تھی۔

وہ جب سے آیا تھا اس نے گلنار کو نہیں دیکھا تھا اور اسے خیال بھی نہیں آیا تھا لیکن اس صبح نئی لڑکی کو ناشتہ لگاتے دیکھ کر اس نے نانو سے پوچھا۔

''نانو گلنار کہاں ہے؟''

''ارے اس کی تو تمہارے جانے کے سال بھر بعد ہی شادی ہوگئی تھی۔''

''اتنی چھوٹی عمر میں۔'' اسے حیرت ہوئی۔

''ہاں یہ لوگ چھوٹی عمر میں ہی شادیاں کر دیتے ہیں دو سال پہلے گڈی کی بھی شادی کر دی تھی نوراں نے اور خود میاں بیوی واپس گاؤں چلے گئے۔ سچی بات ہے گلنار نے بڑا سکھ دیا تھا۔'' اس کی آنکھوں کے سامنے گلنار آ گئی تھی۔ ہنستی کھلکھلاتی، ہنکلی ڈالتی اور ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کرتی اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ بکھر گئی اور رانیہ نے بغور

اسے دیکھا۔
"یہ گلنار کون تھی؟" اس رات ناخن فائل کرتے ہوئے بظاہر بے پروائی سے رانیہ نے پوچھا تو اسے ہنسی آ گئی اور کتنے سالوں بعد وہ اس طرح ہنسا تھا۔ ماما زندہ تھیں تو کبھی کبھی گلنار کی کسی بات پر وہ یوں ہی بے اختیار ہنس پڑتا تھا۔
"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔" رانیہ کو اس کا ہنسنا برا لگا۔
"مجھے تمہاری تفتیش پر ہنسی آئی ہے، وہ پہلے ہمارے ہاں کام کرتی تھی۔"
رانیہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی اور وہ دل ہی دل میں بہت دیر تک محظوظ ہوتا رہا کہ رانیہ اس کے منہ سے کسی اور لڑکی کا نام سن کر جیلس ہوئی ہے۔
وقت اپنی مخصوص چال سے چلتا رہا ماموں انصاری شادی کر کے اپنی بیوی کے ساتھ کینیڈا چلے گئے اور وہیں سیٹل ہو گئے اور وہ بے حد مصروف ہو گیا۔ رانیہ کی اپنی مصروفیات تھیں کلب، پارٹیاں، جم، کبھی کبھار شاپنگ کے لیے دبئی اور لندن کے چکر...... اور ان مصروفیات میں گھر کر وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا اور چار سال بیت گئے نانو کا جی چاہتا تھا گھر میں بچوں سے رونق ہو جائے لیکن رانیہ ابھی بچے نہیں چاہتی تھی اور یہ بات اس نے شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی ہارون کو بتا دی تھی کہ کم از کم پانچ سال بعد ہم بچوں کے متعلق سوچیں گے اور ہارون کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا نانو نے دو تین بار دبے لفظوں میں کہا تو ہارون مسکرا دیا۔ لیکن گلنار کے بچوں کو دیکھ کر اسے اس کمی کا شدت سے احساس ہوا اور اس نے سوچا نانو صحیح تو کہتی ہیں کہ اگر اس کے ایک دو بچے ہو جائیں تو گھر کا سکوت ٹوٹ جائے۔
اس روز سنڈے تھا اور اس کی عادت تھی کہ وہ اتوار کو کچھ وقت نانو کے ساتھ گزارتا تھا۔ اتوار کو عموماً ناشتہ لیٹ ہوتا تھا بقول رانیہ کے سنڈے برنچ۔
اس روز بھی گیارہ بجے کے قریب وہ تیار ہو کر نیچے آیا رانیہ کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس نے گلنار کو دیکھا وہ فرش پر بیٹھی تھی ایک بچہ گود میں اور ایک پاس ہی بیٹھا تھا نانو صوفے پر بیٹھی تھیں۔ گلنار کو اس نے کئی سال بعد دیکھا تھا لیکن اسے پہچاننے میں دقت نہیں ہوئی تھی وہ بالکل ویسی تھی بس کچھ بڑی ہو گئی تھی۔
پاس بیٹھا ہوا بچہ ایک پیکٹ میں سے بسکٹ نکال کر کھا رہا تھا وہ نانو سے باتیں کرتے کرتے اپنا ہاتھ بچے کے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ کی طرف بڑھاتی بچہ ہاتھ پیچھے کر لیتا تو اسے دھوکا لگاتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں پکڑے بسکٹ سے تھوڑا سا توڑ کر گود میں لیٹے بچے کے منہ میں ڈالتی۔ سیڑھیوں کے پاس کھڑے اس نے گلنار کے اس عمل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا اور اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔
"کیسی ہو گلنار؟" قریب آ کر اس نے کہا تو گلنار نے شپٹا کر اس کی طرف دیکھا۔
"سلام بھائی کیسے ہیں آپ۔"
"ٹھیک ہوں، یہ تمہارے بچے ہیں؟" اس نے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔
"جی......" اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور چہرہ ممتا کے نور سے دمکنے لگا۔
"آپ کے کتنے بچے ہیں ہارون بھائی۔" اس نے نفی میں سر ہلایا اور پہلی بار اس کی نظر بائیں طرف صوفے پر بیٹھی رانیہ پر پڑی جو انتہائی بے زاری سے ماتھے پر تیوری چڑھائے اسے دیکھ رہی تھی۔
"کتنے سال ہو گئے ہارون بھائی کی شادی کو؟" اب وہ نانو سے پوچھ رہی تھی اور نانو کے جواب پر اس نے افسردگی سے سر ہلایا۔
"بچوں کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے جی۔ آپ دلہن بھابی کو ڈاکٹر کو ایک بار ضرور دکھائیں۔ اپنی گڈی کے ہاں دو سال اولاد نہیں ہوئی تو اس کے سسرال والوں نے رولا ہی ڈال دیا کبھی اس ڈاکٹر کے پاس کبھی اس حکیم کے پاس ہر مرض کا علاج تو ہوتا ہے نا جی اب خیر سے

بنی ہے گود میں۔" اس نے تاسف سے ذرا سا رخ موڑ کر رانیہ کو دیکھا۔

"تم فارغ ہو جاؤ تو اوپر آ جانا مجھے تم سے ضروری کام ہے۔" رانیہ نے ہارون سے کہا اور غصے سے تنتناتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"اسے کیا ہوا؟" نانو نے ہارون سے پوچھا تو ہارون نے کندھے اچکائے اسے اس طرح رانیہ کا مخاطب کرنا اور پھر اوپر چلے جانا اچھا نہیں لگا تھا چار سالوں میں پہلی بار اسے رانیہ کی کوئی بات بری لگی تھی۔

اس نے اپنا والٹ نکال کر ہزار ہزار کے دو نوٹ نکالے اور گلنار کی طرف بڑھائے "بچوں کے لیے کچھ لے لینا۔"

"نہیں جی میں تو بس ویسے ہی ملنے آئی تھی نانو نے ادھر فیصل آباد میں تھی نا اتنے سالوں سے تو بہت یاد آتی تھی مجھے زونی باجی کی اور نانو کی اب کوئی دو ماہ پہلے ادھر لاہور میں ہی آ گئے ہیں تو تب سے تڑپ رہی تھی ملنے کو آج رشید کو وقت ملا تو چھوڑ گیا ادھر جوہر ٹاؤن میں شیدے کے بھائی کی جھگی تھی اس نے ہمیں دے دی خود تو وہ کراچی چلا گیا تو بس جی ہم ادھر جوہر ٹاؤن میں آ گئے۔" اس کا ریکارڈ چل پڑا تھا ہارون دلچسپی سے سن رہا تھا۔

"تمہیں کام شام اٹھایا ہے گلنار؟"

"نہ جی شیدے نے منع کر دیا ہے، اچھا کما لیتا ہے گزارا ہو جاتا ہے بڑا کرم ہے یہ ہارون بھائی کی دلہن بہت پیاری ہیں اور صاحب جی کیسے ہیں ویسے۔"

ہارون کا موبائل بجا تو اس نے نکال کر دیکھا رانیہ کی کال تھی اس نے ہاتھ میں پکڑے نوٹ گلنار کی طرف بڑھائے۔

"لے لو گلنار" نانو نے کہا۔

"پہلی بار بچوں کو لے کر آئی ہو تو حق ہے تمہارا۔"

گلنار نے جھجکتے ہوئے نوٹ پکڑ لیے تو وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ رانیہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"گئی وہ نانو کی چہیتی یا ابھی تک بیٹھی ہے۔"

"رانیہ اس نے کئی سال ہمارے گھر کام کیا ہے اور کئی سالوں بعد نانو سے ملنے آئی ہے تو کچھ دیر تو بیٹھے گی نا۔"

"کچھ دیر، گھنٹے بھر سے تو بیٹھی ہے کچھ دے دلا کر فارغ کرتے ارے یہ لوگ ذرا منہ لگاؤ تو چپک ہی جاتے ہیں دو ٹکے کی ملازمہ نانو کو مشورے دے رہی تھی کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ جی چاہ رہا تھا کہ منہ توڑ دوں اس کا۔"

"کچھ غلط تو نہیں کہا اس نے۔" ہارون کے لبوں سے بے اختیار نکلا ایک دم خالی گھر کا سناٹا اس کے اندر اتر آیا تھا۔

"کیا......!" رانیہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا کہا تم نے ہارون، ہرگز نہیں میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا پانچ چھ سال تک مجھے بچوں کا جھنجٹ نہیں چاہیے ساری سوشل لائف تباہ ہوکر رہ جاتی ہے۔"

"او کے، میں ایسا کچھ نہیں کہہ رہا تم بتاؤ کیا کام تھا تمہیں۔" ہارون نے خود کو کمپوز کیا وہ رانیہ کی کسی بات سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

"کچھ کیش ہوگا آج سنڈے کی وجہ سے بینک تو بند ہیں اور مجھے آج ہی کلب کے سالانہ فنکشن کے لیے ڈریس چاہیے تھا۔"

"لاکر میں ہوتا ہے کیش جو لینا ہے لے لو۔"

"تھینک یو اگر تمہارا پروگرام نہ ہو آج تو تم چلو گے ساتھ مجھے کچھ جیولری بھی لینی ہے۔"

"نہیں میرا موڈ نہیں ہے۔" ہارون کے اندر ایک دم ہی تھکن اتر آئی تھی۔

"او کے ایز یو وش۔" وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی اور اس نے بیڈ پر نیم دراز ہوکر آنکھیں موند لیں۔

وقت کچھ اور آگے بڑھا زندگی کی بندھی روٹین کے مطابق گزر رہی تھی۔ رانیہ کی وہی سرگرمیاں تھیں وہ بچوں کے متعلق ابھی بھی سنجیدہ نہیں تھی اور ذمہ داریوں سے گھبراتی تھی اور وہ رانیہ سے محبت کرتا تھا اور اس کی خواہش کا احترام کرتا تھا لیکن پھر بھی کبھی کبھی اسے لگتا جیسے وہ کسی آکسیجن باکس میں بند مصنوعی زندگی گزار رہا ہو زندگی میں سب ہی کچھ تھا رانیہ تھی اس کی محبت، اس کی چاہت نانو تھیں ہمہ وقت اس کے لیے دعا گو۔

پھر بھی کبھی کبھی اسے لگتا جیسے کہیں کچھ کمی سی ہے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کہیں کچھ نہیں ہے اور ایسے میں وہ نانو کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند لیتا کانوں میں کھانڈ کے کھلونے بیچنے والے کی گھنٹیوں کی آواز آتی، پارک میں کرکٹ کھیلتے شور مچاتے بچے، گنا چوستی گڈی، اینکھی ڈالتے ہوئے پلو سے ٹکراتی گلنار تصور میں آتی تو رانیہ کی محبت سے بھرے دل میں سناٹے اتر آتے۔ سارے رنگ ماند پڑ جاتے اور دل میں اس مصنوعی زندگی سے دور کسی نیچرل زندگی کی خواہش ہمکتی تو وہ آنکھیں کھول کر نانو سے پوچھتا۔

"نانو سب کچھ ہے پھر کہیں کوئی کمی سی کیوں محسوس ہوتی ہے جیسے کچھ نہیں ہے۔" اور نانو کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر جاتیں۔

"کیا زونی کی طرح میرا ہانی بھی آدھی ادھوری زندگی جی رہا ہے۔ لیکن نہیں وہ بھلا ادھوری زندگی کیوں جیے گا اس نے تو اپنی محبت پالی ہے اور زونی تو......!" وہ خود سے کہتیں اور پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتیں۔

"بھلا میرے ہانی کو کیا کمی ہے بس تمہارے بچے ہوں گے تو ساری کمی خود ہی پوری ہوجائے گی۔"

"ہاں شاید۔" وہ اٹھ کر تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگتا اس امید پر کہ شاید کبھی وہ اس مصنوعی زندگی سے نجات پالے اور اس آکسیجن ٹینٹ سے باہر کھلی فضا میں سانس لے سکے شاید......!!